مسلمان کی عاقبت نااندیشی اور ہندو کی دغابازی

اصغر سادات پوری

ہندو کی بیوفائی، فریب کاری اور دغابازی، تاریخ میں ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس بدنصیب قوم نے قدم قدم پر اپنے محسنوں کے ساتھ بدعہدی اور بیوفائی کا مظاہرہ کر کے تاریخ کے صفحات پر خود کو روسیاہ ثابت کر دیا ہے۔

ہندو ذہنیت: برصغیر میں مسلمانوں کی آمد نے، تنگ نظری کے "بلیک ہول" میں پڑی ہوئی اس قوم کو اعلیٰ انسانی قدروں کی روشنی دکھائی اور ایک شائستہ تہذیب سے آشنا کیا اور اپنے کردار و عمل سے اس کے سامنے وسیع القلبی اور روشن خیالی کی وہ مثالیں پیش کیں کہ بڑے سے بڑا متعصب ہندو بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا، نیز ان کے ساتھ جہاں تک مسلم فرمانرواؤں کی رواداری کا تعلق ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ یہ مناظر ہند کی سرزمین نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

لیکن ہندو بچھو کی طرح اپنی فطرت سے باز نہ آیا اور اس نے ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ مخاصمانہ رویہ اختیار کیا اور کبھی صاف دل سے اپنے ان محسنوں کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ دراصل محمود غزنوی کو ان کی اسی بار بار کی بدعہدی نے ہندوستان پر فوج کشی کے لئے مجبور کیا۔ پھر محمد شہاب الدین غوری شہیدؒ کی فتح کے بعد سے لودھی دور کی حکومت تک اور بابر سے لے کر زمانہ اقتدار تک، تاریخ کا ورق ورق ہندو کی محسن کشی، وعدہ شکنی اور فریب کاری کی داستان سناتا نظر آتا ہے۔

اس تلخ حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلم اقتدار پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضے اور ہندوستان میں قدم جمانے میں بھی اس قوم کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ پھر اس کی ریشہ دوانیاں یہیں پر بس نہیں ہوئیں بلکہ سازشوں کا یہ تسلسل ہندوستان کی تحریک آزادی تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا تاریخی حوالہ کانگریس ہے، جس کا قیام ہی ہندو انگریز گٹھ جوڑ کا نتیجہ تھا، جس کا بنیادی مقصد برصغیر میں مسلمانوں کو دیوار سے لگانے کی ایک سیاسی سازش تھی۔ جیسا کہ آگے چل کر کانگریسی ہندو لیڈروں نے پہلے ڈھکے چھپے اور پھر کھل کر مسلمان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور ان کی اسی دغابازی اور مسلم دشمنی کے ردعمل کے طور پر مسلمانوں کو مجبوراً اپنے لئے ایک الگ سیاسی پلیٹ فارم بنانا پڑا اور مسلم

لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ اس اصولی فیصلے اور حق وانصاف پر مبنی مطالبۂ پاکستان کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے اور انگریز کے ساتھ مل کر قیام پاکستان کو ناکام بنانے میں ہندو ذہنیت نے کیا کچھ نہیں کیا، وہ اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کی تمام تر کوششوں کے باوجود پاکستان ناگزیر ہوتا نظر آرہا ہے اور اس کے سارے ناپاک منصوبے مسلمانوں کے عظیم قائد نے ناکام بنادیئے ہیں تو اس نے ایک بار پھر انگریز کے ساتھ سازباز کی اور تقسیم ہند کے وقت یہ ہندو بنیا، ڈنڈی مارنے سے نہ رہ سکا۔ اس کی بددیانتی اور مکروہ چالوں کا زندہ ثبوت، حیدرآباد، جوناگڑھ اور کشمیر کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ مختصر یہ کہ چھل کپٹ، یار ماری، عیاری اور دغابازی، ہندو کے ضمیر میں شروع سے ہی شامل رہی ہیں۔ تاریخ ہند کا جو ورق بھی الٹ کر دیکھئے، اس طرح کا کوئی نہ کوئی سیاہ کارنامہ اس کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا بنا دکھائی دیتا ہے۔ اس موقع پر، تاریخ گزشتہ سے ہمیں خلجی دور کا ایک ایسا ہی واقعہ یاد آرہا ہے۔

سیاہ تاریخ: تاریخ فیروز شاہی اور ابن بطوطہ کے سفرنامے کے مطابق خاندان خلجی کا آخری بادشاہ قطب الدین خلجی بہت حسین اور خوبرو جوان تھا، بدبخت ہم جنس پرستی کا شوق رکھتا تھا۔ اس کے مجموعی مزاج کو تاریخ فیروز شاہی نے صرف ایک جملے میں ادا کردیا ہے۔ مورخ لکھتا ہے: ''اس کے درباریوں میں ایسے لوگ تھے جو آگے سے کٹے ہوئے اور پیچھے سے پھٹے ہوئے تھے۔'' قطب الدین خلجی کے مزاج کا دوسرا رخ یہ تھا کہ اس نے اپنے بھائی خضر خان کے دس سالہ بیٹے کو بڑی بیدردی سے موت کے گھاٹ اتروادیا۔ اسے پیروں سے اٹھوا کر سر پتھروں سے ٹکرایا جس سے اس کا بھیجا نکل پڑا۔ نیز خضر خاں اور دوسرے بھائیوں کو گوالیار کے قلعے میں تہہ تیغ کروادیا گیا۔ البتہ کم سن مقتول کی ماں اور خضر خاں کی بیوی پر یہ احسان کیا کہ اسے جلاوطن کرکے مکہ معظمہ بھجوادیا۔ جہاں وہ بہت دنوں تک زندہ رہی۔ یہ تو تھے ایک مسلمان بادشاہ کے ''کارنامے'' اب ایک نو مسلم خسرو خاں کا حال سنئے۔

ہم ذوق نو مسلم: یہ ایک گجراتی ہندو تھا، بظاہر مسلمان ہوگیا تھا اور اپنی چالاکیوں اور عیاریوں کے ذریعے دربار شاہی تک رسائی حاصل کرلی تھی۔ قطب الدین کی طرح خود بھی بہت حسین اور خوبصورت تھا اور اس کا ''ہم ذوق'' بھی تھا، غالباً یہی وجہ تھی کہ بہت جلد بادشاہ کے قریب ہوگیا اور اس کا اعتماد حاصل کرلیا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں، اپنی مشترکہ عادات کے سبب دونوں یک جان ودو قالب سمجھے جانے لگے۔

بدفعل خوش نویس: بدفعل قطب الدین، خوش نویس بھی تھا، اور اس فن میں اس کا استاد قاضی خاں تھا، جس کو اس نے مولانا ضیاء الدین بن مولانا شہاب الدین خطاط اور صدر جہاں کے خطابات سے نواز کر اپنے نہایت معتمد امرا میں شامل کرلیا تھا۔ یہاں تک کہ شاہی محلات کی کنجیاں اس کے سپرد کررکھی تھیں۔ گویا وہ شاہی محل کا محافظ اعلیٰ، یعنی چیف سیکورٹی افسر تھا۔ ایک ہزار مستعد جوان، یعنی کمانڈوز اس کی کمان میں رہتے تھے۔ ان میں سے ڈھائی سو کی نفری ہر وقت پہرے پر موجود ہوتی۔ یہ لوگ ''نوبت والے'' کہلاتے تھے۔ ان کے افسر کو نشی کہا جاتا تھا جو ان محافظوں کی حاضری کا ذمہ دار تھا۔

تعیناتی کے وقت اور پہرہ بدلتے وقت بھی، منشی پابندی سے ان کی حاضری لیا کرتا۔ یہ جوان بیرونی دروازے سے لے کر اندرونی دروازے تک دورویہ صف باندھے اور ہتھیار بکف کھڑے رہتے۔ چنانچہ محل میں داخل ہونے والے ہر شخص کو ان کے درمیان سے گزر کر جانا ہوتا تھا۔

رات کے وقت صدر جہاں بذات خود دروازے پر موجود رہتا۔ نومسلم خسرو خاں چونکہ اکثر رات کا وقت بھی بادشاہ کے ساتھ گزارتا تھا جو صدر جہاں کو پسند نہیں تھا، بلکہ وہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا، اس کا دوسرا سبب یہ تھا کہ خسرو خاں نے چالیس ہزار ہندوؤں کو فوج میں بھرتی کرادیا تھا، ان میں بہت سے اس کے رشتے دار بھی تھے جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس لئے صدر جہاں گاہے بگاہے، بادشاہ کو اس کی طرف سے ہوشیار اور خبردار رہنے کا مشورہ دیتا رہتا، مگر بادشاہ نے کبھی اس کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا، کیونکہ خسرو خاں نشے کی طرح اس کے اندر اتر چکا تھا۔

محسن کشی: ایک دن خسرو خاں نے بادشاہ سے کہا کہ "میرے اکثر اوقات آپ کے پاس گزرتے ہیں جس کے سبب اپنے عزیز رشتے داروں سے ملاقات کا موقع نہیں ملتا۔" بادشاہ نے اس کا مطلب جان کر، ایک چھوٹا دروازہ اس کی آمد و رفت کے لئے مخصوص کرادیا، اور اس دروازے کی کنجی بھی اس کے حوالے کردی۔ اب خسرو خاں کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا۔ وہ رشتہ داروں کے نام پر ملاقات کے بہانے اوباش اور بدعنوان افراد کو اس "چور دروازے" سے محل میں بلانے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک روز اس نے بادشاہ سے کہا:

"کچھ ہندو مسلمان ہونے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن اپنے رشتہ داروں سے شرماتے ہیں، کہتے ہیں دن کی بجائے رات کے وقت انہیں اجازت دی جائے تاکہ وہ آکر آپ کے روبرو اسلام قبول کرسکیں۔" لہٰذا بادشاہ نے اجازت دے دی۔

دراصل اس زمانے میں دستور تھا کہ جب کوئی غیر مذہب، مسلمان ہونا چاہتا تو وہ بادشاہ کے سامنے قبول اسلام کرتا اور بادشاہ کی طرف سے اسے شاہی خلعت اور سونے کے کنگن دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ خسرو اپنے رشتہ داروں کو اس بہانے میں محل میں لے آیا، ان میں اس کا بھائی خان خاناں بھی تھا۔ جب یہ لوگ محل کے پانچویں دروازے پر پہنچے تو قاضی خاں کو شک گزرا، کیونکہ اس نے دیکھا، وہ لوگ مسلح تھے، لہٰذا اس نے انہیں آگے جانے سے روکا اور کہا کہ "اس حالت میں جانے سے پہلے مجھے بادشاہ سے اجازت لینا ہوگی۔" لیکن انہوں نے اسے موقع نہیں دیا اور یکبارگی ہجوم کرکے اسے قتل کر ڈالا۔ اس وقت بادشاہ گرمی کے سبب، سب سے اوپر کی چھت پر ہوا کھارہا تھا، صرف چند ملازمین خاص اس کے پاس تھے، اس نے جو شور و غل سنا تو خسرو خاں سے پوچھا، "کیا معاملہ ہے؟" خسرو خاں نے جواب دیا "ان لوگوں کو جو مسلمان ہونے کی غرض سے آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں قاضی خاں نے روک دیا ہے جس پر کچھ تکرار ہوگئی ہے۔"

غالباً بادشاہ اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا یا کیا بات ہوئی کہ خائف ہو کر اندر محل میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ ابھی کھٹکھٹا رہا تھا کہ خسرو خاں نے پیچھے سے جھپٹ کر اس پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن

بادشاہ اس کے مقابل تگڑا تھا، اس نے خسرو خاں کو نیچے دبوچ لیا۔اس وقت ہندوؤں کا ہجوم اس تک پہنچ گیا اور بادشاہ کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کا سر کاٹ کر محل کے صحن میں پھینک دیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد خسرو خاں نے امیروں اور افسروں کو بلا بھیجا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خسرو خاں بادشاہ بن گیا اور خلجی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔اس نے تخت سنبھالتے ہی تمام امراؤ کو انعام واکرام سے نوازا۔ ملتان کے علاقے دیپالپور میں وہاں کے گورکمانڈر غیاث الدین تغلق کو بھی خسرو خاں کی طرف سے خلعت پہنچی تو اس نے اسے نفرت سے پھینک دیا اور اپنے جوتوں سے مسل ڈالا۔ یہ سنتے ہی خسرو خاں نے اپنے بھائی خان خاناں کی زیر کمان ایک فوج غیاث الدین کو اس گستاخی کی سزا دینے کے لئے روانہ کیا لیکن تغلق نے اسے مار بھگایا۔

ہندو گردی: خسرو خاں نے بادشاہ بنتے ہی ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر دیا اور گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کر دی۔ اس نے حکم دیا کہ ''جس نے خلاف ورزی کی اسے اسی گائے کی کھال میں سلوا کر زندہ جلا دیا جائے۔'' ہندو چونکہ گائے کو ماتا (ماں) کہتے ہیں، اس کو پوجا کرتے ہیں، اور اس کو اتنا مقدس جانتے ہیں کہ اس کے پیشاب کو آب شفا سمجھ کر پیتے اور اس کے گوبر سے گھر کی دیواریں لیپتے ہیں۔ لہٰذا خسرو چاہتا تھا، مسلمان بھی ایسا ہی کریں، مگر لوگ بہت لہذا اس سے متنفر ہو گئے اور غیاث الدین تغلق کے طرفدار بن گئے۔

خاندان تغلق: تاریخوں میں درج ہے کہ خاندان تغلق کا تعلق قبیلے قرن سے تھا جو زیادہ تر چین اور ترکستان کے وسطی علاقے میں آباد تھے۔غیاث الدین تغلق نہایت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، سندھ میں آکر کسی سوداگر کے ہاں مویشی کی دیکھ بھال پر ملازم ہو گیا، پھر علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں جب اس کا بھائی الغ خاں سندھ کا حاکم بن کر آیا تو غیاث الدین اس کے خادموں میں شامل ہو گیا۔ وہ پہلے پیادوں میں بھرتی ہوا تھا پھر اپنی شرافت اور لیاقت کی بنیاد پر ترقی کر کے سردار بن گیا۔ کچھ ہی دن بعد اسے اصطبل کا داروغہ بنا دیا گیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بڑے بڑے معتبر درباریوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ ملتان میں اس کی تعمیر کردہ ایک مسجد پر کتبہ لگا ہوا ہے جس پر تحریر ہے کہ ''اسکا اڑتیس بار تاتاریوں سے مقابلہ ہوا ہر بار انہیں شکست دی اور اس بہادری کے صلے میں ملک زادہ کا خطاب حاصل کیا'' پھر سلطان قطب الدین خلجی نے اس کو دیپالپور کا گورنر مقرر کیا اور اس کے بیٹے جونا خاں فیروز تغلق کو داروغۂ اصطبل بنا دیا۔ بعد میں خسرو ملک نے جو پہلے خسرو خاں کہلاتا تھا اسے عہدے پر برقرار رکھا۔

شاہی سے گدائی تک: جب غیاث الدین نے خسرو ملک کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا، اس وقت اس کے پاس صرف تین سو سپاہی تھے، لہٰذا اس نے کشلو خان کو جو ملتان کا حاکم تھا، مدد کے لئے لکھا اور کہا کہ ''ہمیں بادشاہ کے خون کا بدلہ لینا چاہئے۔'' کشلو نے جواب دیا کہ ''میرا بیٹا اگر خسرو ملک کے پاس نہ ہوتا تو میں اس کام میں ضرور تیری مدد کرتا۔''

تب غیاث الدین نے اپنے بیٹے جونا خاں کو جو دہلی میں شاہی اصطبل کا داروغہ تھا، پیغام بھجوایا کہ ''تم کسی طرح کشلو